خطاب: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

ضبط وتحریر: حراء فاؤنڈیشن اسکول

ترتیب وترقیم ـــــــــــــــ ادارہ

جامع اور مؤثر نظام تعلیم کی ضرورت

۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۷ھ (۱۵/ مارچ ۲۰۱۶ء) پیر کے روز جامعہ دارالعلوم کراچی کے تعلیمی شعبے حراء فاؤنڈیشن اسکول میں طلبہ کے تکمیل حفظ قرآن کریم کے موقع پر "ادائے شکر" کے عنوان سے ایک باوقار تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ اس میں ممتاز علماء کرام اور ماہرین تعلیم ومعاشیات نے بھی شرکت فرمائی۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم نے نظام تعلیم کے حوالے سے اس موقع پر جو خطاب فرمایا وہ بہت ہی جاندار، چشم کشا اور بصیرت افروز تھا۔ جس میں حضرت نے راہنمائی کے لئے عمدہ خطوط کی نشاندہی فرمائی ہے۔ یہ خطاب ان کی نظر ثانی اور مناسب ترمیم واضافہ کے بعد ذیل میں شائع کیا جارہا ہے۔ حق تعالیٰ استفادے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے ـــــــــــــــــــ آمین۔

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود وسلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

الحمدلله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الكريم ! اما بعد

حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم، حضراتِ اساتذۂ کرام اور معزز حاضرین وحاضرات!

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

مجھے احساس ہے کہ آپ حضرات کافی دیر سے اس تقریب میں شریک ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ

ان شاء اللہ جو وقت اس تقریب میں شرکت کا گذرا ہے وہ یقیناً آپ حضرات کے لئے روح پرور ثابت ہوا ہوگا۔ اب وقت خاصا ہو چکا ہے، کھانے کا بھی انتظام ہے، میں آپ کے صبر و برداشت کا زیادہ امتحان لینا نہیں چاہتا لیکن بہت اختصار کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حرا فاؤنڈیشن اسکول، جس کی حفظ قرآن کریم کی تقریب میں آج ہم اور آپ شریک ہیں، کا پس منظر کیا ہے؟

یہ بات حضرت رئیس الجامعہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے مختلف نشستوں میں اور مختلف مواقع پر دہرائی اور مجھے بھی اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات کئی جگہ سنانے کی توفیق ہوئی، حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ نے ایک موقع پر پاکستان کے عمومی نظام تعلیم پر تبصرہ کرتے ہوئے ارکانِ حکومت سے فرمایا تھا کہ پاکستان بننے کے بعد ہمیں درحقیقت ایک نئے نظام تعلیم کی ضرورت ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے تین بڑے نظام ہندوستان کے اندر معروف تھے۔ ایک دارالعلوم دیوبند کا نظام تعلیم، ایک مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا نظام تعلیم اور ایک دارالعلوم ندوۃ العلماء کا نظام تعلیم۔ حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ نے تقریباً ۱۹۵۰ء میں ارشاد فرمایا تھا کہ پاکستان بننے کے بعد درحقیقت ہمیں ملکی سطح پر نہ علی گڑھ کے نظام تعلیم کی ضرورت ہے نہ ندوۃ کے نظام تعلیم کی ضرورت ہے اور نہ دیوبند کے نظام تعلیم کی ضرورت ہے بلکہ ہمیں ایک چوتھے نظام تعلیم کی ضرورت ہے، جو اسلاف کی تاریخ سے مربوط چلا آرہا ہے، بظاہر سننے والوں کو یہ بات بڑی تعجب خیز معلوم ہوتی تھی کہ دارالعلوم دیوبند کا مفتی اعظم اور دارالعلوم دیوبند کا ایک سپوت یہ کہے کہ ہمیں پاکستان میں ملکی سطح پر دیوبند کے نظام تعلیم کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہمیں ایک نئے نظام تعلیم کی ضرورت ہے۔ یہ تین نظام تعلیم جو انڈیا میں رائج تھے ان کے بارے میں مرحوم اکبر الہ آبادی نے یہ تبصرہ کیا تھا کہ

قلب یقظاں ہے مثالِ دیوبند
اور ندوہ ہے زبان ہوشمند

اب علی گڑھ کی بھی تم تمثیل لو
اک معزز پیٹ تم اس کو کہو

حضرت والد ماجد قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے جو بات ارشاد فرمائی وہ درحقیقت بہت گہری بات ہے اور اس کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں ہمارے ہاں بڑی بڑی غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں۔

یہ تین نظام تعلیم جو ہندوستان کے اندر جاری تھے وہ درحقیقت انگریز کے لائے ہوئے نظام کا ایک نتیجہ تھے انگریز کی لائی ہوئی سازشوں کا ردعمل تھے ورنہ اس سے پہلے اگر آپ مسلمانوں کے صدیوں پر محیط نظام تعلیم پر غور کریں اور اس کو دیکھیں تو اس میں مدرسہ اور اسکول کی کوئی تفریق نہیں ملے گی وہاں شروع سے لے کر استعمار کے زمانے تک مسلسل یہ صورت حال رہی ہے کہ مدارس یا جامعات بیک وقت دینی تعلیم بھی دیتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ عصری علوم کی تعلیم بھی دی جاتی تھی اور صورت حال یہ تھی کہ شریعت نے جو بات مقرر کی ہے کہ جہاں تک عالم بننے کا تعلق ہے، تو عالم بننا ہر آدمی کے لئے فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے یعنی اگر ضرورت کے مطابق کسی بستی میں کسی ملک میں علماء تیار ہو جائیں تو باقی سب لوگوں کی طرف سے فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔ لیکن دین کی بنیادی معلومات حاصل کرنا ہر مسلمان کے ذمہ فرض عین ہے۔

سابقہ ادوار میں قائم ان مدارس میں فرض عین کی تعلیم بلا امتیاز ہر شخص کو دی جاتی تھی البتہ جس کو علم دین میں اختصاص حاصل کرنا ہوتا اس کے لئے مواقع میسر تھے اور جو کسی عصری علم کے اندر اختصاص حاصل کرنا چاہتا۔ اس کے مواقع الگ دستیاب تھے۔

میں گذشتہ سال مراکش گیا تھا اور برادر معظم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم اس سال مراکش تشریف لے گئے تھے۔ مراکش آج جس ملک کو کہا جاتا ہے اس کو انگریزی میں Morroco کہتے ہیں اور عربی میں اس کو المغرب کہا جاتا ہے۔ اس کے ایک شہر کا نام فاس ہے۔ میں پچھلے سال اس شہر میں گیا تھا اور حضرت بھی اس سال وہاں تشریف لے گئے تھے وہاں جامع القرویین کے نام سے ایک ادارہ ہے جو آج تک کام کر رہا ہے۔ اگر ہم اسلامی تاریخ کی مشہور اسلامی جامعات کا جائزہ لیں تو چار اہم اسلامی جامعات ہماری تاریخ میں نظر آتی ہیں ان میں سب سے پہلی جامعۃ القرویین ہے۔ دوسری تیونس کی جامعہ زیتونۃ ہے تیسری مصر کی جامعۃ الازھر ہے اور چوتھی دارالعلوم دیوبند ہے۔ تاریخ کی ترتیب اس طرح ہے۔

اس میں سب سے پہلی یونیورسٹی جامع القرویین جو فاس کے اندر قائم ہوئی وہ تیسری صدی ہجری کی یونیورسٹی ہے۔اوراس تیسری صدی کی یونیورسٹی کے بارے میں تاریخ کے کتابچہ میں دعویٰ کیا گیا ہے اورابھی تک اس کی کوئی تردید میرے سامنے نہیں آئی کہ یہ صرف عالم اسلام ہی کی نہیں بلکہ ساری دنیا کی قدیم ترین یونیورسٹی ہے۔کیا معنی؟ کہ اس وقت جامع القرویین کے اندر جوعلوم پڑھائے جاتے تھے ان علوم میں اسلامی علوم ،تفسیر، حدیث، فقہ اوراس کے ساتھ ساتھ طب، ریاضی، تاریخ، فلکیات سارے علوم جن کو آج عصری علوم کہا جاتا ہے وہ سارے علوم پڑھائے جاتے تھے۔ابن خلدونؒ نے وہاں درس دیا، ابن رشدؒ نے وہاں درس دیا قاضی عیاضؒ نے وہاں درس دیا، اسلاف کی ایک طویل فہرست ہے جنہوں نے وہاں درس دیا اوران کی جگہیں آج بھی محفوظ ہیں کہ یہ جگہ وہ ہے جہاں ابن خلدونؒ درس دیا کرتے تھے یہ جگہ وہ ہے جہاں ابن رشدؒ درس دیا کرتے تھے یہ جگہ وہ ہے جہاں قاضی عیاضؒ نے درس دیا ہے یہاں ابن عربی مالکیؒ نے درس دیا ہے یہ سب جگہیں محفوظ ہیں۔ یہ دنیا کی قدیم ترین یونیورسٹی ہے۔ مدارس تو چھوٹے چھوٹے ہر جگہ ہوں گے لیکن جامع القرویین ایک یونیورسٹی کی حیثیت رکھتی تھی جس میں تمام عصری، دینی ودنیاوی علوم پڑھائے جاتے تھے اوراس میں آج بھی اُس زمانے یعنی تیسری صدی اور چوتھی صدی کی جو سائنٹفک ایجادات ہیں ان کے نمونے رکھے ہوئے ہیں کہ اس زمانے میں اسی جامع القرویین سے لوگوں نے جو ایجادات کی ہیں، گھڑی وغیرہ، ان ایجادات کے نمونے آج بھی وہاں موجود ہیں۔

تصور کیجئے کہ یہ تیسری صدی ہجری کی یونیورسٹی ہے اور اسلامی علوم کے بادشاہ بھی وہیں سے پیدا ہوئے ابن رشد فلسفی وہیں سے پیدا ہوئے اور وہیں سے بڑے بڑے سائنسدان بھی پیدا ہوئے، تو ہوتا کیا تھا کہ جتنا علم فرض عین ہے وہ تو سب کو اکٹھا دیا جاتا تھا اور اس کے بعد اگر کسی کو علم دین کے اندر اختصاص حاصل کرنا ہے تو وہ علم دین کے دروس اسی جامع القرویین کے اندر پڑھے گا اور اسی میں ریاضی پڑھانے والا ہے تو ریاضی بھی وہاں پڑھا رہا ہوگا۔ طِب پڑھانے والا ہے تو طب بھی وہاں پڑھا رہا ہوگا یہ سارا کا سارا نظام اس طرح چلا۔

جامع القرویین اس طرح چلی، جامع زیتونہ اسی طرح چلی اور جامع الازہر اسی طرح چلی، یہ تینوں یونیورسٹیاں ہی ہمارے قدیم ماضی کی یونیورسٹیاں ہیں ان میں اس طرح تعلیم دی گئی کہ دینی اور عصری

دونوں چیزیں اس طرح ساتھ ساتھ چلیں کہ ایک ہی چھت کے نیچے سارے علوم پڑھائے جاتے تھے۔

اس میں آپ یہ دیکھیں گے کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ جو حدیث اور سنت کے امام ہیں ان کا حلیہ دیکھ لیجئے، اور ابن خلدونؒ جو فلسفہ و تاریخ کے امام ہیں ان کا حلیہ دیکھ لیجئے دونوں کو دیکھنے میں کوئی فرق نظر نہیں آئے گا کہ یہ دین کا عالم ہے یہ دنیا کا عالم ہے۔ ان کا حلیہ ان کی ثقافت، ان کا طرز زندگی ان کا طرزِ کلام سب یکساں ہے، ہمارے جو مشہور سائنسدان گذرے ہیں فارابی، ابن رشد اور ابوریحان البیرونی، ان سب کا حلیہ دیکھ لیجئے پھر محدثین اور فقہاء کا حلیہ دیکھ لیجئے دونوں کا حلیہ ایک جیسا ہی نظر آئے گا۔

اگر وہ نماز پڑھتے ہیں تو یہ بھی نماز پڑھتے ہیں اگر ان کو نماز کے مسائل معلوم ہیں تو ان کو بھی ضروری حد تک معلوم ہیں اگر ان کو روزہ کے مسائل معلوم ہیں تو ان کو بھی معلوم ہیں بنیادی تعلیمات جو ہر انسان کے لئے فرض عین ہیں وہ یہ ہر انسان جانتا تھا اور اس یونیورسٹی میں وہ ساری چیزیں پڑھائی جاتی تھیں۔

تفریق یہاں سے پیدا ہوئی کہ انگریز نے آکر ایک سازش کے تحت ایک ایسا نظام تعلیم جاری کیا جس سے دین کو دیس نکالا دے دیا گیا اس وقت ہمارے اکابر مجبور ہوئے کہ وہ مسلمانوں کے دین کے تحفظ کے لئے کم از کم جو فرض کفایہ ہے اس کا تحفظ کرلیں۔ اور ایسے علماء پیدا کریں جو دینی علوم میں دسترس حاصل کرکے عام مسلمانوں کو دین سے آگاہ کریں۔ اور جو کام عام درس گاہوں کے کرنے کا تھا، وہ خود انجام دے کر مسلمانوں کے دین کا تحفظ کریں۔ اس کے لئے انہوں نے دارالعلوم دیوبند قائم کیا جس نے الحمدللہ وہ عظیم خدمات انجام دیں جن کی تاریخ میں نظیر ملنی مشکل ہے۔

تو اگر پاکستان صحیح معنی میں اسلامی ریاست بنتا اور صحیح معنی میں اس کے اندر اسلامی احکام کا نفاذ ہوتا تو اس صورت میں بقول والد ماجدؒ ملکی سطح کے نظام تعلیم کے لئے ہمیں نہ علی گڑھ کی ضرورت تھی نہ ندوہ کی، نہ دارالعلوم دیوبند کی، ہمیں جامع القرویین کی ضرورت تھی، ہمیں جامع زیتونہ کی ضرورت تھی جہاں سارے کے سارے علوم اکٹھے پڑھائے جائیں اور سب دین کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں، چاہے وہ انجینئر ہو، چاہے وہ ڈاکٹر ہو، چاہے کسی بھی شعبۂ زندگی سے وابستہ ہو وہ دین کے رنگ میں رنگا ہوا ہو لیکن ایک ایسا نظام تعلیم لاکر ہم پر لاد دیا گیا جس نے ہمیں سوائے ذہنی غلامی کے کچھ نہ دیا، اکبر الہ آبادی نے صحیح کہا تھا کہ

اب علی گڑھ کی بھی تمثیل لو

اک معزز پیٹ تم اس کو کہو

صرف پیٹ بھرنے کا ایک راستہ نکالنے کے لئے یہ نظام تعلیم لایا گیا اور اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی پوری تاریخ اور ورثہ تباہ کر دیا گیا نتیجہ یہ نکلا کہ آج اس نئے نظام تعلیم کے ذریعے جو زبردست فرق واقع ہوئے، ان میں ایک تو یہ کہ جو فرد اس نظام تعلیم سے پیدا ہو رہا ہے اس کو دین کے بنیادی فرائض کا بھی پتا نہیں ہے وہ نہیں جانتا کہ فرض عین کیا ہے؟ دوسرے اس طرح کے افکار مسلط کر دیے گئے کہ اگر عقل اور ترقی چاہتے ہو تو اس کے لئے صرف اور صرف مغرب کی طرف دیکھنا ہوگا۔ تیسرے اس کی ثقافت بدل دی گئی سب کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی گئی کہ اگر ترقی چاہتے ہو تو وہ صرف مغربی افکار میں ملے گی، مغربی ماحول میں ملے گی، مغربی انداز میں ملے گی اور افسوس یہ ہے کہ اس نئے نظام تعلیم سے جو لوگ گریجویٹ یا ڈاکٹر یا پروفیسر بن کر پیدا ہوتے ہیں وہ ہم جیسے طالب علموں پر روزانہ تنقید کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا ہے، یہ اجتہاد نہیں کرتے۔

اجتہاد فقہ، قرآن وسنت کے اندر تو بلاشبہ ممتاز علمی استعداد پر مبنی عجیب چیز تھی لیکن دوسری طرف ان عصری تعلیمی اداروں میں ایک ایسی چیز ہے جس کے لئے اجتہاد کا دروازہ چاروں طرف چوپٹ کھلا ہوا تھا، وہ تھی سائنس، وہ تھی ٹیکنالوجی اور ریاضی، وہ تھے علوم عصریہ۔ ان میں تو کسی پر اجتہاد کا دروازہ بند نہیں تھا۔ علی گڑھ کے نظام تعلیم کے ذریعے اور اس نئے نظام تعلیم کے ذریعے آپ نے کیوں ایسے مجتہد پیدا نہیں کئے جو مغرب کے سائنسدانوں کا مقابلہ کر سکتے۔ اس میں آپ نے ایسے مجتہد کیوں پیدا نہیں کئے جو سائنسی تحقیقات میں اجتہاد کر کے طب میں نئے راستے نکالتے جو فلکیات میں نئے راستے نکالتے۔ اجتہاد کا دروازہ جہاں چوپٹ کھلا ہوا تھا وہاں تو آپ نے کوئی قابل ذکر اجتہاد کیا نہیں، اور جہاں قرآن وسنت کی پابندی ہے کہ قرآن وسنت کے حدود کے اندر رہ کر ہی اجتہاد کرنا ہوتا ہے وہاں آپ کو شکایت ہے کہ علماء کرام اجتہاد کیوں نہیں کرتے۔

ابھی کچھ دن پہلے مجھے کسی صاحب نے کلپ دکھایا جس میں ایک نو تعلیم یافتہ صاحب ایک عالم دین سے یہ سوال کر رہے تھے کہ مولانا! یہ بتائیے کہ علماء کرام کی دینی خدمات اپنی جگہ لیکن یہ کیا بات ہے کہ

مسلمانوں میں عالمی سطح کا کوئی سائنسدان پیدا نہیں ہوا، کوئی نئی ایجاد نہیں ہوئی؟ علماء کرام کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

بندۂ خدا! یہ سوال تو آپ اپنے آپ سے کرتے کہ ہمارے نظام تعلیم کے اندر آیا کوئی ایسا مجتہد ہوا جس نے کوئی نئی ایجاد کی ہو؟ لیکن وہاں تو دروازے اجتہاد کے اس طرح بند ہیں کہ جو انگریز نے کہہ دیا، یا مغرب نے کہہ دیا بس وہ نظریہ ہے، اس نے جو دوا بتادی وہ دوا دوا ہے، اس نے اگر کسی چیز کو صحت کے لئے مضر کہہ دیا تو وہ مضر ہے، ہر معاملہ میں اسی کی بات حرف آخر ہے۔ اب انڈہ کی زردی کو سالہا سال سے کہا جارہا تھا کہ یہ کولیسٹرول پیدا کرتی ہے اور امراضِ قلب کے لئے مضر ہوتی ہے۔ لیکن آج ہر ڈاکٹر یہ کہہ رہا ہے کہ انڈے کی زردی کھاؤ اس سے کچھ نہیں ہوتا کیوں؟ اس لئے کہ اب مغرب سے یہ پیغام آگیا ہے اس لئے آپ نے اس کو قبول کرلیا۔

ہمارے اس ملک میں اندر بے شمار جڑی بوٹیاں پھیلی ہوئی ہیں ان پر بھی آپ نے تحقیق کی ہوتی۔ آپ نے کوئی نتیجہ نکالا ہوتا کہ یہ جڑی بوٹیاں کن امراض میں فائدہ مند ہوتی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلونجی کے فوائد بیان فرمائے تھے اس پر کوئی تحقیق کی ہوتی، وہاں تو اجتہاد کا دروازہ مکمل بند ہے اور اس میں کوئی تحقیق کا راستہ نہیں ہے اور قرآن وسنت میں اجتہاد کا مطالبہ ہے۔ تو یہ ذہنی غلامی کا نتیجہ ہے جس نے ہمیں اس نتیجہ تک پہنچایا۔

اس نظام تعلیم کا دوسرا نقصان یہ ہوا کہ اس میں تصورات بدل دیے، پہلے علم کا تصور اعلیٰ تھا جس کا مقصد معاشرے کی خدمت تھی مخلوق کی خدمت تھی یہ اصل مقصود تھا اس کے تحت اگر معاشی فوائد بھی حاصل ہوجائیں تو وہ ثانوی حیثیت رکھتے تھے لیکن آج معاملہ الٹا ہوگیا ہے، علم کا مقصد صرف پیسہ کمانا ہے، علم کا مقصد یہ ہے کہ اتنا علم حاصل کرلو جس کے ذریعے زیادہ سے زیادہ لوگوں کی جیب سے پیسے نکال سکو۔ تمہارا علم اس وقت کارآمد ہے جب تم لوگوں سے زیادہ سے زیادہ پیسہ کما سکو جو لوگ پڑھ رہے ہیں گریجویشن کررہے ہیں، ماسٹر اور، پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں لے رہے ہیں ان کے ذہن پڑھ کر دیکھو، کیوں پڑھ رہے ہیں؟ اس لئے پڑھ رہے ہیں کہ کیریئر اچھا ہو، اس لئے پڑھ رہے ہیں کہ اچھی ملازمتیں ملیں۔ اس لئے پڑھ رہے ہیں کہ پیسے زیادہ ملیں۔ تعلیم کی ساری ذہنیت بدل کر یہ کردی کہ علم کا مقصد

پیسہ کمانا ہے۔ معاشرے کی کوئی خدمت کرنی ہے، مخلوق کی کوئی خدمت کرنی ہے اس کا کوئی تصور اس موجودہ نظام تعلیم کے اندر نہیں ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر شخص پیسہ کمانے کی دوڑ میں لگا ہوا ہے، اس کو نہ وطن کی فکر ہے نہ ملک وملت کی فکر ہے۔ نہ مخلوق کی خدمت کرنے کا کوئی جذبہ اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے بلکہ دن رات وہ اسی دوڑ دھوپ میں مگن ہے کہ پیسے زیادہ بننے چاہئیں الا ماشاء اللہ نتیجہ یہ کہ بدعنوانیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ مستثنیات ہر جگہ ہوتے ہیں، یہاں بھی ہیں، لیکن بحیثیت مجموعی موجودہ نظام تعلیم کے تحت جو لوگ تیار ہورہے ہیں بتائیے انہوں نے مخلوق کی کتنی خدمت کی ہے کتنے لوگوں کو فائدہ پہنچایا ہے، ہمیں تو پیغمبر انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تلقین فرمائی تھی کہ: **اللهم لاتجعل الدنیا اکبر همنا ولا مبلغ علمنا ولاَ غاية رغبتنا** "اے اللہ دنیا کو ہمارے لئے ایسا نہ بنائیے کہ دھیان دنیا ہی کی طرف رہے نہ ہمارے علم کا سارا مبلغ، دنیا ہی ہوکر رہ جائے اور نہ ہماری ساری رغبتوں اور شوق کا مرکز دنیا ہوکر رہ جائے" لیکن اس نظام تعلیم نے کایا پلٹ دی، تو درحقیقت حضرت والد ماجد نے جو بات فرمائی تھی اس کا منشا یہ ہے کہ استعمار کے بعد، انگریز کی غلامی کے بعد جو کایا پلٹی ہے اب اس کا علاج یہ ہے کہ اس کو پلٹ کر دوبارہ اس طرف جائیں، جو راستہ جامع القرویین نے دکھایا جو جامع زیتونہ نے دکھایا اور جو ابتدائی دور میں جامع ازھر نے دکھایا، ابتدائی دور کی بات اس لئے کررہا ہوں کہ اب ان اداروں کو بھی استعمار کے زہر نے متأثر کردیا ہے۔

پاکستان میں چونکہ حکومتی سطح پر وہ نظام قائم نہ ہوسکا لہذا مجبوراً جو دارالعلوم دیوبند کا نظام تھا کہ کم ازکم علوم نبوت کا تحفظ تو ہو، اس غرض سے مدارس الحمد للہ قائم ہوئے اور الحمد للہ انہوں نے نامساعد حالات میں عظیم خدمات انجام دیں۔ جب تک ہمیں ان حکمرانوں پر اور نظام حکومت پر اور ان کے بنائے ہوئے قوانین پر بھروسہ نہیں ہوجاتا اور مستقبل قریب میں بھروسہ ہونے کی امید بھی نہیں ہے۔ اس وقت تک ہم ان مدارس کا تحفظ کریں گے اور ان مدارس کو اسی طرح برقرار رکھیں گے جس طرح ہمارے اکابر نے دیوبند میں ان کی بنیاد قائم کی تھی۔ ان پر کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے کیونکہ مسلمانوں کے دین کا تحفظ ان پر موقوف ہوگیا ہے اس کے علاوہ اگر ملک کا مجموعی تعلیمی نظام درست ہو بھی جائے، تو اختصاصی تعلیم گاہوں کی حیثیت سے ان کی ضرورت واہمیت بہر حال برقرار رہے گی لیکن ہم چاہتے ہیں کہ جو کام حکومتی

سطح پر نہیں ہوسکا کہ عام نظام تعلیم میں دین سمویا ہوا ہو، وہ رفتہ رفتہ ہم اپنے مدارس کے ذریعے انجام دینے کی کوشش کریں۔ اور انہی مدارس کے ماحول میں عصری مضامین اس طرح پڑھانے کی کوشش کریں جو دین کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں، الحمد للہ پاکستان کے اندر دینی مدارس کی تعداد بقدر ضرورت اچھی ہوگئی ہے لیکن یہ مدارس فرض کفایہ کی تعلیم دے رہے ہیں ان کا اگر تناسب دیکھا جائے تو مشکل سے ایک فیصد ہوگا لیکن ننانوے فیصد قوم کی آبادی جس نظام کے تحت تعلیم پا رہی ہے، اس کی وجہ سے وہ ذہنی غلام بن رہی ہے میں حراء فاؤنڈیشن اسکول کے اساتذہ اور معلمات سے کئی مرتبہ خطاب میں یہ بات کہہ چکا ہوں، اور کہتا رہتا ہوں کہ آپ کا اصل مقصد یہ ہے کہ خدا کے لئے ہماری اس نسل کو اس ذہنی غلامی سے نکالئے، آپ کو بچوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھانی ہے کہ ہم الحمد للہ ایک آزاد قوم ہیں ہم ایک آزاد سوچ رکھتے ہیں ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی سوچ رکھتے ہیں اور یہ جو ذہنی غلامی کا تصور پھیلایا گیا ہے کہ جو کچھ ہوگا وہ مغرب سے آئے گا اور مغربی افکار اس میں پروان چڑھیں گے خدا کے لئے نئی نسلوں کے ذہنوں سے اس تصور کو مٹایئے اور ان کے اندر اسلامی ذہنیت پیدا کیجئے اس مقصد کے لئے ہم نے یہ ادارہ قائم کیا۔ مغربی نظام میں کچھ چیزیں بری ہیں کچھ چیزیں اچھی ہیں اچھی چیزوں کو لے لو اور بُری چیزوں کو پھینک دو، خُذْ مَاصَفَا وَدَعْ مَاکَدَرَ، اقبال مرحوم نے ایسے حسین تبصرے کئے ہیں جو قوم کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ مغرب کی جو ترقی کہیں سے کہیں پہنچی ہے، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کئی شعر کہے ہیں جو ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ:

قوت مغرب نہ از چنگ و رباب
نے ز رقصِ دخترانِ بے حجاب

مغرب کی طاقت نہ تو اس وجہ سے ہوئی کہ وہاں موسیقی کے آلات تھے نہ اس وجہ سے ہوئی کہ وہاں بے پردہ عورتیں رقص کرتی تھیں۔

نے ز سحرِ ساحرانِ لالہ رُوست
نے ز عُریاں ساق و نے از قطعِ مُوست

نہ اس وجہ سے ہوئی کہ وہاں حسین عورتیں بہت پھرتی ہیں، انہوں نے ٹانگیں ننگی کررکھی ہیں اور اپنے بال تراش رکھے ہیں، ترقی اس وجہ سے نہیں ہوئی۔

قوتِ افرنگ از علم وفن است

فرنگ کی اگر قوت ہوئی ہے تو وہ علم وفن میں محنت کرنے کی وجہ سے ہوئی ہے۔

ازہمیں آتش چراغش روشن ست

اسی آگ سے اس کا چراغ روشن ہے۔

اور پھر آخر میں ایک خوبصورت شعر کہا ہے:

حکمت از قطع وبُرید جامہ نیست

یعنی کپڑوں کی قطع وبرید سے اور تراش خراش سے حاصل نہیں ہوتا کہ کوٹ پتلون پہن لیا تو ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ ہوگئے اور اگر شلوار قمیض پہن لیا تو پسماندہ اور ترقی سے دور ہوگئے۔ کپڑوں کی تراش خراش سے حکمت نہیں آیا کرتی۔

مانعِ علم وہنر عمامہ نیست

اگر عمامہ پہن لوگے تو اس سے علم وہنر میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی، تم نے کن ظواہر کو یہ سمجھا ہوا ہے کہ مغرب کو قوت ان سے حاصل ہوئی ہے اور اس کے نتیجے میں اپنی نسلوں کو ان کے پیچھے چلا رہے ہو۔

حقیقت میں مغرب کو ترقی علم وہنر میں محنت کرنے سے حاصل ہوئی، تم اپنی دینی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے علم وہنر میں محنت کروگے۔ تو تم بھی ترقی حاصل کرسکتے ہو، لیکن دنیا کا علم وہنر بے دین افکار پر موقوف نہیں ہے، نہ اس بات پر موقوف ہے کہ تم اپنے طرز زندگی کو بھی پوری طرح مغرب کے سانچے میں ڈھال لو جیسا کہ تم اس غلط فہمی میں مبتلا ہو، اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تم علم وہنر کے میدان میں بھی آزاد سوچ سے محروم ہو۔ اسی حقیقت کو بھی اقبالؔ مرحوم نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اس کے یہ اشعار ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہونے چاہییں۔ وہ مغرب زدہ حضرات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

علمِ غیر آموختی ، اندوختی
روئے خویش از غازہ اش افروختی

"تم نے دوسروں کا علم حاصل کر کے اپنا سارا ذخیرہ اسی کو بنالیا ہے اور اپنے چہرے کو انہی کے غازے (سُرخی) سے روشن کر رکھا ہے"۔

ارجمندی از شعارش می بری
من نہ دانم، تُو توئی یا دیگری

"انہی کی امتیازی علامتیں اختیار کر کے فخر کرتے ہو، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم تُم ہو، یا کوئی اور ہو"۔

عقلِ تو زنجیرئی افکارِ غیر
در گلوئے تو نَفَس از تارِ غیر

تمہاری عقل دوسروں کے افکار کی زنجیر میں بندھی ہوئی ہے اور تمہارے گلے میں سانس بھی دوسروں کے تار سے آتا ہے۔

بر زبانت گفتگوھا مستعار
در دِلِ تو آرزوھا مستعار

تمہاری زبان رجو گفتگو آتی ہے، وہ بھی دوسروں سے مانگی ہوئی ہے اور تمہارے دل میں جو آرزویں پیدا ہوتی ہیں، وہ بھی مانگی ہوئی ہیں۔

آں نگاہش سرِّ مَازَاغَ الْبَصَرُ
سوئے قومِ خویش باز آید اگر

وہ ذات گرامی (صلی اللہ علیہ وسلم) جس کی نگاہ کے بارے میں (قرآن نے فرمایا ہے کہ) وہ کبھی ٹیڑھی نہیں ہوئی، اگر اپنی قوم کے پاس دوبارہ تشریف لے آئے،

لَست منّی گویدت مولائے ما
وائے ما، اے وائے ما، اے وائے ما

تو وہ ہمارے مولیٰ تمہیں دیکھ کر یہ فرمائیں گے کہ "تم میرے نہیں ہو" ہائے ہماری محرومی ، ہائے

ہماری محرومی، ہائے ہماری محرومی!

اس ہولناک انجام سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے ہمیں عصری علوم کی تعلیم کے لئے بھی ایسی درسگاہیں چاہییں جو ہر علم وفن کی اعلیٰ تعلیم دیں، لیکن مغرب کی ذہنی غلامی سے آزاد ہو کر دیں، اپنی دینی روایات کو برقرار رکھ کر دیں۔

جامعہ دارالعلوم کراچی نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے دارالعلوم ہی کے ماحول میں پہلے ایک اردو میڈیم اسکول حضرت والد صاحب قدس سرہ کے زمانے میں ہی قائم کر دیا تھا، اور اب حراء فاؤنڈیشن اسکول کے نام سے انگلش میڈیم اسکول قائم کیا ہے، اور اس کے نصاب ونظام کو مسلمانوں کی دینی ضروریات کے مطابق مرتب کیا گیا ہے، اور نصاب ونظام میں مزید بہتری کی کوششیں مسلسل جاری ہیں۔ اگرچہ ہماری ذاتی رائے یہ ہے کہ بچوں کو تعلیم ان کی مادری زبان میں دینی چاہئے، لیکن چونکہ ایک وبا چل پڑی ہے، اور جو خاندان اس سے متاثر ہیں اور اپنے بچوں کو انگلش میڈیم ہی میں پڑھانا چاہتے ہیں، ان کی ضرورت پوری کرنے کے لئے ہم نے اسے انگلش میڈیم ضرور رکھا ہے، لیکن اس کے ساتھ الحمد للہ قرآن کریم حفظ وناظرہ کی تعلیم پورے اہتمام سے دی جارہی ہے، جیسا کہ آپ نے بچوں کے مظاہرے میں دیکھا، نیز عربی زبان بھی سکھائی جارہی ہے، اور اردو کو بھی اچھے معیار کے ساتھ پڑھایا جارہا ہے، اس کے علاوہ بچوں کی دینی تربیت کا بھی اہتمام ہے۔

عزیزم مولانا عمران اشرف سلمہ چونکہ میرے بیٹے ہیں، اس لئے ان کے لئے تعریفی کلمات کہنے میں مجھے تکلف ہوتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے دن رات کھپا کر انتہائی عرق ریزی کے ساتھ جس طرح دارالعلوم کے اس شعبے کے لئے محنت کی ہے۔ اور ان کے رفقاء، بالخصوص مولانا نجیب صاحب نے ان کے ساتھ مل کر اسے پروان چڑھانے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ اس پر انہیں جزائے خیر عطا فرمائیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہماری نیتوں میں بھی اخلاص پیدا فرمائے ہمارے طریقۂ عمل میں بھی اللہ تعالیٰ سلامتی عطا فرمائے اور ہر طرح کے شر وفتنے سے ہماری حفاظت فرمائے اور اس کام کو اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے مطابق آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

☆☆☆